راول دیس کی ادبی تاریخ

The Literary History of the Rawal Valley

عظمت شہزاد *

Abstract

Rawal Des is a thoroughly enriched place with respect to knowledge and literature .The literary tradition here is spanned over a century that causes it roots with the arrival of Saen Pishawri in the beginning of 20th century. Saen created a conducive Punjabi environment at the outset that also helped initiated Punjabi verse recital. By 1923 , literary locale of Rawal Des gradually turned into mixed recitals both in Urdu and Punjabi. In beginning, Anjum Rizwani, Abdul Aziz Fitrat, Tahir Muhammad Tahir, Ghulam Nabi and Muhammad Ali Nami played a pivotal role in stream linning literary atmosphere in the region. Later on predecessors consolidated those traditions with responsibility in writing of these luminaries, we find a clear cultural and civilizational reflection apart from their treatment of traditional subject matters.

This thesis encompasses the whole literary scenario of Rawal Des that stretches from the beginning to the comtemporary.The local literary history has been divided into different periods and established literary tendencies in light of the great poets and important literary movements with proper description of 20th century's activities and detailed portrayel of the poets. The thesis also specifies the history of the development of literary organizations as well with whose input the poetic dissemination of Rawal Des became possible. Besides the

---

* لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوئیٹ کالج ،چکوال۔

creative aspects of the contemporary writers have been brought to light who are busy round the clock in enriching the contemporary landscape of Urdu literature.

تلخیص

راول دیس علمی ادبی اعتبار سے مردم خیزخطہ ہے۔یہاں کی ادبی تاریخ ایک صدی پر محیط ہے جو کہ اس خطے کی تاریخ و ثقافت کی علمبردار ہے۔بیسویں صدی کے آغاز میں سائیں پشاوری کی راول دیس میں آمد کے ساتھ ہی پنجابی شاعری کا ماحول پیدا ہوا اور یہاں پر مشاعروں کی روایت کا بھی آغاز ہوا۔۱۹۲۳ء کے آس پاس راول دیس کا ادبی ماحول پنجابی اور اردو کے مخلوط مشاعروں میں تبدیل ہو گیا۔ابتدائی دور میں انجم رضوانی ، عبد العزیز فطرت ، طاہر محمد طاہر، غلام نبی کامل اور محمد علی نامی جیسے شعرا نے راول دیس کی ادبی فضا مرتب کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔اس ادبی روایت کو بعد میں آنے والے شعرا نے ذمہ داری کے ساتھ آگے بڑھایا۔راول دیس کے ادباء کے ہاں اس خطے کے تہذیبی و ثقافتی خدوخال کی جھلک بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ہر عہد کے ادبی تقاضوں نے راول دیس کے شعرا کے شعری رویوں میں بڑی ہمہ گیری سے اپنے ہونے کا یقین دلایا ہے۔ پیش نظر مقالے میں راول دیس کی بیسویں صدی کی پوری ادبی تاریخ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ابتدائی عہد سے لے کر عہد حاضر تک کی تمام ادبی تاریخ کو مختلف ادوار میں منقسم کیا گیا ہے۔ بیسویں صدی کے ادبی مراکز مشاعروں کے اجمالی تذکرے کے ساتھ ساتھ یہاں ترویج پانے والی تنظیموں کی تاریخ بھی مرتب کی گئی ہے۔علاوہ ازیں اس صدی میں راول دیس کے ادبی منظر نامے پر ابھرنے والے ادبا کی فنی وتخلیقی جہات کو بھی منظر عام پر لایا گیا ہے۔

راول دیس کی ادبی فضاء سائیں پشاوری سے استوار ہونا شروع ہوئی۔ وہ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں مرغ بازوں کی ٹولی کے ہمراہ اس سنگلاخ علاقہ جسے پوٹھوہار ۱ کہتے ہیں،میں وارد ہوئے۔ انھوں نے پنجابی شاعری کا ایک ماحول پیدا کر دیا۔ عزیز ملک رقم طراز ہیں:

''سائیں ۱۹۱۴ ء کے لگ بھگ راولپنڈی آیا تھا۔ سہگلوں کی سرائے میں ان دنوں مرغ کی پالیاں جمع کرتیں ۔پشاور کے چند خوش فکروں کے ساتھ سائیں بھی موج میلہ دیکھنے آیا۔ دوسرے ساتھی تو دو چار روز میں واپس چلے گئے لیکن سائیں کو ایک سکھ رئیس گور مُکھ سنگھ نے روک لیا۔ اسے سائیں کی شخصیت، شاعری اور قلندرانہ ادائیں بھاگئیں۔''۲

پنجابی شعر کہنے والے تقریباً تمام شاعروں نے سائیں سے اصلاح لی۔ کرکٹ کا مشہور کھلاڑی محمد ذاکر بھی سائیں کا شاگرد تھا(۳)۔راول دیس میں سائیں پشاوری کو جلد ہی بحیثیت شاعر شہرت حاصل ہو گئی۔ سائیں پشاوری میں شعر گوئی کی خداداد صلاحیت موجود تھی۔ وہ پنجابی ، فارسی اور اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔عزیز ملک ان کے بارے لکھتے ہیں:

'' وہ اگرچہ اُمی شاعر تھے لیکن شعر گوئی کی بے پناہ فطری صلاحیت اور ایرانی نژاد ہونے کے باعث فارسی میں بھی رواں شعر کہہ لیتے تھے۔ایک شعر دیکھئے:

در کعبہ شغلِ شیشہ و پیمانہ کردہ ایم
ماہر چہ کردہ ایم دلیرانہ کردہ ایم ۴

سائیں پشاوری قیام پاکستان سے دو دہائی پہلے پشاور واپس چلے گئے لیکن اس شہر میں پنجابی کی ایسی جوت جگا گئے جو تا دیر اسی طرح قائم و دائم رہی۔عزیز ملک کے مطابق:

''پردیس میں پندرہ سال قیام کے بعد سائیں کو بزرگوں کی ہرواڑ نے کھینچا اور ۱۹۳۰ء میں وہ پنڈی سے پشاور چلا گیا جہاں ۱۶ اپریل ۱۹۳۷ء کو اس کا انتقال ہوا''۵

راول دیس کے شعری ادوار

پہلا دور(۱۹۰۱ء۔۱۹۳۶ء):

تخلیقی اعتبار سے راول دیس کا شمار بڑے شہروں میں ہوتا ہے اور اس شہر کی ادبی تاریخ کم و بیش ایک صدی پر محیط ہے۔راول دیس میں سائیں کے ورود کے بعد پنجابی مشاعروں کی روایت شروع ہوئی، ۱۹۲۳ء کے آس پاس راول دیس کا ادبی ماحول پنجابی اور اردو کے مخلوط مشاعروں میں تبدیل ہو گیا۔ بقول بشیر سیفی:

'' ۱۹۱۵ ء سے ۱۹۲۵ء تک کے دس سالہ دور میں راولپنڈی کی مسند شاعری پر جو

شعراء براجمان تھے ان میں اردو شعراء کے ساتھ ساتھ پنجابی شعراء کے نام بھی ملتے ہیں''۶

اس دور کے شعراء میں آغا صدیق حسن ضیاء ، اظہر امرتسری، انجم رضوانی، عبدالعزیز فطرت، طاہر محمد طاہر، غلام نبی کامل اور محمد علی نامی شامل تھے۔ نامی نے غزل کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی کی۔ ان کی ایک نعت تو پورے ہندوستان میں مشہور ہو گئی۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰؐ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِ علیٰ کہتے کہتے ۷

اس دور کے شعراء نے راول دیس کی ادبی فضاء کو مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ان شعراء کے ہاں حسن اور عشق کا روایتی تصور پایا جاتا ہے۔ اس دور کے نمائندہ شاعر عطاء محمد کی غزل کے چند اشعار:

فشارِ زخم سے اک انتشارِ درد پیدا ہے
نگاہِ لطفِ جاناں دل کے زخموں کو رفو کرنا
وہ مرد باوفا اچھا ہے جس کا یہ وطیرہ ہو
گلے سب مجھ پہ رکھ دینے،شکائیت رو برو کرنا
تری الفت کے صدقے میں تنوع کا مزہ پانا
بہانا اشکِ خوں خاموش رہنا، گفتگو کرنا ۸

ان شعراء کی غزلیں فنی رچاؤ،زبان و بیان کی چاشنی،تازگی اور شگفتگی کا احساس دلاتی ہیں۔ عبدالعزیز فطرت کے اشعار ملاحظہ ہوں:

پہلی مری شام ہے قفس میں
صیاد بتا یہاں کی رسمیں
اُف! محفلِ زندگی کے آداب
گزرا ہے نفس نفس قفس میں ۹

دوسرا دور(۱۹۳۶ ء۔۱۹۵۸ء):

دوسرے دور کے شعراء نے راول دیس کی ادبی روایت کو بڑے خوبصورت انداز میں آگے بڑھایا۔ اس دور کے شعراء میں احمد ظفر، نواب اشک رام پوری المعروف اچھن میاں، افضل پرویز، باقی صدیقی، جمیل ملک،امین راحت چغتائی، توصیف تبسم، یوسف ظفر، سید ضمیر جعفری،نسیم میرٹھی اورمضطر اکبر آبادی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس دور میں جو شعراء زیادہ منظر عام پر آئے، ان میں سے اکثر ترقی پسند تحریک سے متاثر تھے۔بشیر سیفی رقم طراز ہیں:

'' ۱۹۳۶ ء میں اردو ادب میں جو ترقی پسند تحریک کی لہر اٹھی اس کا ارتعاش راولپنڈی میں بھی محسوس کیا گیا'' ۱۰

لیکن ترقی پسند تحریک کا اثر و رسوخ جلد ہی ختم ہو گیا۔ چند ایک شعراء اس تحریک کے زیر اثر لکھتے رہے،جن میں جمیل ملک کا نام نمایاں ہے۔اس دور کے شعراء کے ہاں جذبے اور خلوص کی فراوانی ہے۔قدیم اور جدید کا حسین امتزاج بھی ملتا ہے۔ اس دور کے نمائندہ شاعر احمد ظفر نے غالب کی زمین میں بھی غزلیں کہیں:

پھیلے گا میرے درد کا صحرا کوئی دن اور
اُبھر ے گا وہی چاند سا چہرہ کوئی دن اور
جب تک ہے میرے سامنے وہ دست حنائی
دیکھے گا لہو دل کا تماشا کوئی دن اور ۱۱

قدیم رنگ کو ترک کئے بغیر جدید رنگ اپنانے کا میلان اس دور کے شعراء کی غزلوں کو وقیع بناتا ہے۔ ہجرت کا کرب اور عصری مسائل ان شعراء کی غزلوں میں پوری کربناکی سے بیان ہوئے ہیں۔اس دور کے نمائندہ شاعر احمد شمیم کا نمو نہ کلام دیکھئے:

ہم نادار بہت لیکن حب وطن جاگیر بہت
حب وطن دو لفظ مگر ان دو لفظوں کی تفسیر بہت
اور بھی ہوں گے دیس بہت سے ہرے بھرے کھیتوں والے

لیکن اس مٹی کی خوشبو پاؤں کی زنجیر بہت
جی کرتا ہے ان دیکھے خوابوں کی بستی دیکھ آئیں
خواب بھی اپنے اور بلائیں خوف بھی دامن گیر بہت ۱۲

تیسرا دور(۱۹۵۸ء۔۱۹۷۰ء):

۱۹۵۸ ء پاکستان میں ادبی اعتبار سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ مارشل لاء اور سنسرشپ کی پابندیوں کے باعث شعراء نے علامت و تجرید کو اپنایا۔آفتاب اقبال شمیم، احسان اکبر، احسن علی خان، اختر امام رضوی، انوار فیروز ، تابش صدیقی، جمیل یوسف، افضل منہاس، رشید نثار، سلطان رشک، کرم حیدری، مقصود جعفری اور نثار ناسک اس دور کے نمائندہ شعراء ہیں۔ ان شعراء کی غزلوں میں بڑی خوبصورت امیجری ملتی ہے۔ علامت تجرید اور امیجری کی اصطلاحات کا کسی زمانے میں دور دورہ ہوا۔ جدید غزل کی پرداخت میں دبستان راول دیس کا اہم کردار رہا ہے اور اس دور کے شعراء نے اپنے ماحول سے نئی تشبیہات اور استعارے اخذ کئے جو کہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔کرم حیدری کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

شمع خود گل کر کے ظلمت کی مذمت کس لیے
قتل کر کے دوستوں کو شکوہ اغیار کیا
کن سرابوں میں ہیں اہل کارواں کھوئے ہوئے
پاؤں اپنے توڑ کر پھر خواہشِ اظہار کیا
سر تو اپنے تم نے توڑے اے گروہِ خود سراں
کچھ سمجھ میں آئی بھی سنگینیٔ دیوار کیا ۱۳

اس دور کے شعراء کے ہاں فکر کی گہرائی ، اسلوب کی تازہ کاری موجود ہے۔ تہہ در تہہ معانی میں لپٹی ہوئی شاعری اپنے عہد کے گہرے سماجی شعور کی آئینہ دار ہے۔آفتاب اقبال شمیم کی غزل کے چند اشعار:

جسم نوچے جائیں گے، روحیں چبا لی جائیں گی
عزتیں ہر چوک میں اب کہ اُچھالی جائیں گی
سائرن جس دم اندھیرے کا بجے گا شہر میں
دامنوں کی اوٹ میں شمعیں جلا لی جائیں گی ۱۴

نثار ناسک کی غزل کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

دل یہ کہتا ہے کہ اُس گھر سے کبوتر آرہا ہے
آنکھ کہتی ہے کہ ٹوٹا ہوا پر آرہا ہے
پھر ورانڈے پر پڑی بیلیں ہری ہونے لگی ہیں
مدتوں کے بعد جیسے پھر کوئی گھر آرہا ہے
گھر سے نکلا تھا نئی دنیاؤں کو تسخیر نے میں
سامنے تو پھر وہی مانوس منظر آرہا ہے ۱۵

افضل منہاس اپنے اشعار میں روشنی کے ایسے پیکر کو سامنے لاتے ہیں جو ہمیشہ سے ظلم کا نشانہ بن رہا ہے۔ انھوں نے شکیب جلالی کے رنگ سخن کو سلیقے سے اپنایا اور آگے بڑھایا۔

آگ کے شہر میں تُو ہی اِک تنہا نہیں
اور بھی جلتے ہوئے کچھ لوگ ہیں دیکھا نہیں
ریگزاروں سے گزرنے کی تمنا ہے مجھے
درد کا صحرا مگر اس بات کو سمجھا نہیں
رنگ جب سمٹا تو اک سادہ ورق تھی زندگی
یوں لگا جیسے کسی نے اس پہ کچھ لکھا نہیں ۱۶

اس دور میں کئی شاعرات بھی ادب کے میدان میں آئیں۔ان میں جمیلہ شاہین، نجمہ تیمور، تزئین حنا، شمیم اکرم الحق، ارشاد عرشی، ادا جعفری کے نام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔۱۷

چوتھا دور(۱۹۷۰ء تا حال):

اس دور کے شعراء نے جدید طرز فکر اور جدید طرز اظہار کو آگے بڑھایا۔ اس دور کے نمائندہ شعراء اور شاعرات میں بشیر سیفی، جلیل عالی، حسن عباس رضا، خالد اقبال یاسر، خاور اعجاز ، ماجد صدیقی، محمد اظہارالحق، نسیم سحر، سرمد صہبائی، احمد فراز ، نظیر صدیقی، سبطین شاہ جہانی، انوار فطرت، جبار مرزا، طاہر پرواز، طارق پیرزادہ، عارف شاہد، عبدالحمید یورش، شعیب بن عزیز، اجمل نیازی، ایوب خاور، سرفراز شاہد، فاروق علی،مقصود علی شعلہ، صفدر قریشی، اسحاق فزری، نورین طلعت عروبہ، فرخندہ نسرین حیات، بشریٰ خار،ثریا جبین نازش اورفرخندہ شمیم شامل ہیں۔یہ دور موضوعاتی رنگا رنگی اور متنوع تجربات کا دور ہے۔ ان شعراء کے ہاں جدید عصری موضوعات کا ادراک نظر آتا ہے۔ اس دور میں غزل کے ساتھ ساتھ نظم بھی ارتقا پذیر ہوئی۔

بشیر سیفی کا نمونہ کلام دیکھئے:

ترے کون و مکاں تاریک رہتے
مگر اک طاق میں جلتا رہا میں ۱۸

خالد اقبال یاسر غزل اورنظم دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں:

کبھی بوند بوند سحاب میں اُسے دیکھنا
کبھی نغمہ نغمہ رباب میں اُسے دیکھنا
بڑے سہل ہوں گے ملاپ جنتِ خواب میں
مگر اس جہان خراب میں اُسے دیکھنا
وہ گھڑی کہ حاصل عمر تھی نہیں بھولتی
کہاں پھر اِسی تب و تاب میں اُسے دیکھنا ۱۹

احمد فراز اس دور کے مقبول ترین شاعر ہیں۔ جن کی شاعری پاکستان و ہندوستان میں ہر کہ و مہ کی زباں پر ہے۔

زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے
تو بہت دیر سے ملا ہے مجھے
تو محبت سے کوئی چال تو چل
ہار جانے کا حوصلہ ہے مجھے
کوہ کن ہو کہ قیس ہو کہ فراز
سب میں ایک ہی شخص ملا ہے مجھے ۲۰

اس دور میں خواب ،گھر اور زمین کی تمثیلیں بھی مقبول ہوئیں۔انفعالیت کی جگہ فعالیت نے لے لی۔ احتجاج کا لہجہ زیادہ ابھر کر سامنے آیا۔اجمل نیازی کی شاعری ملاحظہ کیجئے:

حیرتِ تعبیر سے باہر نکل اے سبزہ خوابوں کی زمیں
اپنے باطن میں بچھا خود کو کسی ہمراز خطے کی طرح ۲۱

قمر جاوید کا انداز سخن دیکھئے:

ریت کے جزیروں میں رنگ و آب کی خواہشیں
میرے گھر اتر آئیں پھر سراب کی خواہشیں
آنکھ کے سمندر میں حیرتوں کے طوفان ہیں
پھر سے نیند کی خواہشیں پھر سے خواب کی خواہشیں
آ کہ تیرے دامن میں شوخ تتلیاں بھر دوں
تجھ میں جھانک کر دیکھیں پھر گلاب کی خواہشیں ۲۲

راول دیس کی ادبی تنظیمیں:

راول دیس کی ادبی تنظیموں نے فروغ ادب میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ راول دیس کی ادبی روایت کے مشاہدے کے لیے ان ادبی تنظیموں کا اجمالاً تذکرہ ضروری ہے۔راول دیس میں فوجی چھاؤنی کے قیام کے وقت آنے والا ہندوستانی سرکاری عملہ اردو شعری روایت

کو بھی اپنے ساتھ لے آیا۲۳ سماجی سرگرمیوں کے آغاز اور ان لوگوں کے میل ملاپ سے راول دیسمیں شعری روایت مرتب ہوناشروع ہوئی۔

اس خطہ میں اردو شعری روایت کے متعلق عزیز ملک لکھتے ہیں:

''اوّل اوّل لال کرتی کے قرب و جوار میں کسی ''مسکوٹ'' کے پائیں باغ کے اندر یہ محفلیں منعقد ہوتی رہیں جن میں ہرطبقے کے باذوق حضرات شریک ہو کر دادِ سخن لیتے دیتے تھے۔یہ محفلیں اس صدی کے آغاز تک بدستور قائم تھیں'' ۲۴

اس دور کی اہم شخصیت قاضی سراج الدین تھے۔ انھیں راولپنڈی کا سرسید بھی کہا جاتا ہے۔تعلیمی میدان میں کام کرنے کے علاوہ وہ میدان صحافت کے بھی پیش رو تھے۔ انہوں نے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر''بزم سخن'' کی بنیا درکھی ،بقول پروفیسر کرم حیدری:

''قاضی صاحب نے چند دوستوں کے تعاون سے بزمِ سخن کی بنیاد رکھی۔ اس بزم کی داغ بیل ۱۹۲۰ ء میں ڈالی گئی اور یہ تقریباً آٹھ نو سال تک کام کرتی رہی۔'' ۲۵

۱۹۲۵ء میں ''لال کرتی'' میں جدید مشاعروں کی ابتداء ہوئی۔ اس سلسلہ میں منشی شاہد انبالوی اور محمد اکبر نے متحرک کردار ادا کیا۔تقسیم پاکستان سے قبل راولپنڈی صدر اور لال کرتی کے کھلے میدانوں اور باغات میں مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے۔ان ادبی تقریبات کے روح رواں خوش گو شاعر عطا محمد طاہر تھے اور خدا بخش امرتسری ان کے معاون تھے۔ان کے ساتھ عبدالعزیز فطرت، پروفیسر اعظم ، حافظ عبدالرشید، خدا بخش اظہر ، رسا بریلوی اور حکیم راج خاک اس دور کے قابل ذکر شاعر تھے۔۲۶ راول دیس میں پنجابی ادب سنگت کی بنیاد عبدالعزیز فطرت کے والد غلام نبی کامل نے رکھی تھی۔ ۹۳۰ اء میں راولپنڈی میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کے روح رواں عبدالعزیز فطرت تھے(۲۷)راول دیس کی شعری فضا مرتب کرنے میں عبدالعزیز فطرت نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔عبدالحمید عدم ۱۹۲۹ء میں راول دیس میں وارد ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۳۵ء میں بزم اردو کی بنیاد ڈالی۔ جس کے ہفتہ وار مشاعرے انجم رضوانی کے گھر انجمستان میں منعقد ہونے لگے۔۲۸ بزم اردو کے مشاعروں میں شعراء بڑی تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ اس

کے بعدبعض ہندو ادباء نے معیارِ ادب کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کی بابت عزیز ملک لکھتے ہیں:

'' ۱۹۳۸ء میں ایک اور انجمن معیارِ ادب کے نام سے قائم ہوئی۔ اس کے کارِ پرداز تمام ہندو نوجوان اہلِ سخن تھے جن میں برہمت ہما، ہربھگوان داس، شادا اور ہربنس لال نسیم قابل ذکر ہیں'' ۲۹

۱۹۳۹ء میں لاہور کے چند اہل قلم نے انجمن داستاں گویاں قائم کی تھی۔ بعد میں اسے حلقہ ارباب ذوق کا نام دے دیا گیا۔ اختر ہوشیار پوری، تابش صدیقی نے میرا جی، یوسف ظفر ، قیوم نظر اور مختار صدیقی کو دعوت شرکت دی ۔ یہ سب حضرات حلقہ سے وابستہ ہو گئے۔ چند ہی مہینوں میں حلقے کو مؤثر ادبی ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کی حیثیت حاصل ہو گئی۳۰ حلقہ ارباب ذوق نے راولپنڈی کے دبستان میں کلیدی کردار ادا کیا جنید آذر کے مطابق دسمبر ۱۹۴۷ء میں حلقہ ارباب ذوق اور انجمن ترقی پسند مصنفین جیسی اہم تنظیمیں قائم ہو چکی تھیں۳۱ حلقہ ارباب ذوق کے ساتھ ساتھ انجمن ترقی اردونے بھی راول دیس کے ادبی ماحول کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔اس انجمن کے قیام کے بارے جنید آذر رقم طراز ہیں:

> '' انجمن ترقی اردو کی شاخ ۱۹۴۴ء میں قائم کی گئی تھی۔ یہ کوئی نئی انجمن نہیں تھی بلکہ عبدالعزیز فطرت کی بزم ادب کو ہی انجمن ترقی اردو کا نام دے دیا گیا تھا۔انجمن رضوانی،ایوب محسن، حفیظ انوری اور پھر تقسیم کے بعد صادق نسیم اورحسن طاہر نے انجمن کے انتظامی امور سنبھالے رکھے۔ ۳۲

انجمن ترقی پسند مصنفین سیاسی سرگرمیوں کے باعث حکومتی پابندی کا شکار ہو گئی تاہم یہ تنظیم ایک عرصے تک راول دیس کی ادبی فضاء کو متحرک رکھنے میں کامیاب رہی۔حلقہ ارباب ذوق نے آج تک اپنی روایت کو برقرار رکھا ہے اور ہفتہ وار تنقیدی نشست کا اہتمام بلا تعطل جاری ہے۔اس کے علاوہ ستمبر ۱۹۵۲ء میں ریڈیو پاکستان کے امتیاز فاروقی نے ''پال ''(پارٹنر آف آرٹس اینڈ لٹریچر PAL) کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی۳۳

''پال'' کے زیر اہتمام ایک لمبے عرصے تک مصوری ،شاعری اور موسیقی کی محافل منعقد کی جاتی رہیں ۔ثمر نظامی نے ''ادارہ فنکار'' کی بنا ء ڈالی اور بہت سے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اسکے علاوہ ایوب محسن''گیوچا'' کے نام سے اہلِ قلم کو یکجا کرتے رہے۔انھی دنوں سرکاری سطح پر رائٹر گلڈز کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ اس کے علاوہ راول دیس کی ادبی فضاء کی تشکیل میں ریڈیو پاکستان نے بھی اہم کردار ادا کیا۔''بزم گلزارِ ادب'' کو سرور انبالوی نے ۱۹۷۰ ء میں قائم کیا۔ عنایت کبریا اور رشید نثار نے اصلاحِ معاشرہ کے نام سے تنظیم قائم کی جس کا نام بعد میں تبدیل کر کے دائرہ رکھا گیا۔اس تنظیم کے متعلق جنید آذر یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

''۱۹۸۰ء میں عنایت کبریا اور رشید نثار کی مشترکہ مساعی سے ایک تنظیم اصلاح معاشرہ کے نام سے راولپنڈی میں قائم ہوئی جس کا نام بعد میں غضنفر مہدی کی تحریک پر دائرہ تجویز ہوا'' ۳۴

اس کے علاوہ جن تنظیموں نے دبستان راولپنڈی / اسلام آباد میں اہم کردار ادا کیا ان میں بزم شعرو ادب (۱۹۷۴ء)، بزم ادب و ثقافت(۱۹۷۶ء)، بزم کتاب (۱۹۷۸ء)، ینگ رائٹرز فورم اسلام آباد(۱۹۸۲ء) امکان اسلام آباد (۱۹۹۴ء)، بزم سلام اسلام آباد(۲۰۰۴ء) اور پیاس (۱۹۹۲ء)قابلِ ذکر ہیں۔ قیام اسلام آباد کے بعد یہاں پر سرکاری ادبی ادارے بھی بنائے گئے۔ ان سرکاری ادبی اداروں میں اکادمی ادبیات پاکستان، مقتدرہ قومی زبان ، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد اور لوک ورثہ شامل ہیں۔ ان سرکاری ادبی اداروں نے اردو کی ترویج و اشاعت میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ سرکاری سطح پر ادب کی سرپرستی سے تخلیق اور تحقیق و تنقید کے میدان میں کئی نئے گوشے وا ہوئے۔ ان اداروں نے نہ صرف کتب کی اشاعت کی بلکہ لکھنے والوں کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ بلا شبہ ان سرکاری اداروں نے اردو زبان و ادب کی ترویج میں بہت اہم کردار کیا۔

معاصر شعراء:

یہاں چند ایسے معاصر شعراء کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنھوں نے راول دیس کے ادبی ماحول کو مرتب کرنے میں اپنا کردار ادا کیا اور اردو شاعری کو کسی نہ کسی حوالے سے متاثر کیا ہے۔

عبدالعزیز فطرت(۱۹۰۵ ء۔۱۹۶۷ء):

عبد العزیز فطرت کا راول دیس کی ادبی شخصیات میں منفرد مقام ہے۔ وہ ادب کے بے لوث خادم اور سخن کے سچے پرستار تھے۔ راول دیس میں شعرو وادب کا فرو غ عبدالعزیز فطرت کا ہی مرہون منت ہے۔ چنانچہ ان کی خدمات کی بدولت انہیں ''بابائے پوٹھو ہار'' اور ''شاعر پوٹھوہار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ایوب محسن نے ان کا کلام بعد از وفات کلام فطرت کے عنوان سے مرتب کیا۔

سید ضمیر جعفری ان کے بارے لکھتے ہیں:

> ''خطہ پوٹھوہار کے بابائے اردو عبدالعزیز فطرت مرحوم کے شعری مجموعہ کی اشاعت عصری شاعری کا ایک اہم واقعہ ہے کہ اس کتاب سے شعری مسافتوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ فطرت صاحب نے زندگی کے دامن کو بہت دور تک اور بہت پھیل کر سیراب کیا زندگی کے رنگا رنگ مظاہر و حوادث پر ان کی گرفت مکمل ہے،انھوں نے پھول بھی برسائے۔ تیر بھی چلائے انسان کو جگایا بھی ،کائنات کو سجایا بھی۔'' ۳۵

عبدالعزیز فطرت خوش فکر شاعر تھے۔ان کے کلام میں شگفتگی اور تازگی موجود ہے۔وہ کلاسیکی روایت کے امین ہیں۔نمونہ کلام دیکھئے:

اس سے کہوں میں حال دل داغ داغ کیا
ہنس کر جو یہ کہے کہ سجایا ہے باغ کیا
قبر ایک خوش نصیب کی پھولوں سے اٹ گئی
یاروں کے آنسوؤں نے جلائے چراغ کیا

فطرت مزاجِ شعر کی گرمی نہ پوچھئے
دو شعر کہہ کے جلنے لگا ہے دماغ کیا ۳۶

عبدالعزیز فطرت نے دلِ شکستہ کے نوحے کو دردناک راگ بنا دیا۔ان کی شاعری میں ہجر و وصال اور دردوغم کے روایتی تصورات ملتے ہیں۔

خون رگ دل چھین گئی آگ
کیا گائے کوئی بہار کے راگ
ہے وقت سحر ابھی بہت دور
شب بھر مسافر سحر ،نہ جاگ
میں غمزدہ و شکستہ دل ہوں
فطرت !کوئی دردناک سا راگ ۳۷

احمد ظفر(۱۹۲۶ء۔۲۰۰۱ء):

راول دیس کے ادبی منظرنامے میں احمد ظفر کی اہمیت مسلّم ہے۔ انھوں نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔وہ ترقی پسند نظریات کے حامل رجائیت پسند شاعر ہیں۔ احمد ظفر کی شاعری میں علامتی ،استعاراتی، تجریدی اور تمثیلی پیرائیہ ہا ئے اظہا ر کی آمیزش کی وجہ سے انفرادیت پیداکرتی ہے۔حسنِ خزاں، دل دو نیم اور لازوال اردو کے اور'' بیلے بیلے'' پنجابی شاعری کے مجموعے ہیں۔ پروفیسر جمیل ملک کے مطابق:

> ''احمد ظفر کے فکر و فن کی بنیادیں ترقی پسندانہ فلسفہ حیا ت ہی کو اپنا ہمسفر بنا کر اٹھاتا ہے اور یوں اپنے آپ کو روحِ عصر سے وابستہ کر کے عہد بہ عہد اپنے پیشِ نظر اٹھنے والے مسائل اور مراحل سے آنکھیں چار کر کے گزرتا ہے'' ۳۸

احمد ظفر کی شاعری علامتوں کی زبان میں بات کرتی ہے۔یہ شاعرانہ علامتیں حیات و کائنات کے کشف و نمود سے ہم رشتہ ہیں۔ ان کی گرہیں کھلنے کے عمل کے ساتھ ساتھ مسائل حیات و کائنات کی گرہیں بھی کھلتی چلی جاتی ہیں۔ان کی نظم ''ایک آواز'' ملاحظہ کیجئے:

جلا دوہی شمشیر بکف
اک ابر کی صورت ابھرا ہے
گلشن میں لہو ہے میرا لہو
جو زینۂ جسم سے اترا ہے
ہر شاخ نے لی ہے انگڑائی
ہر پھول کا چہرہ نکھرا ہے
یہ پھیلتی بڑھتی کرنیں سی
شائید میرے وہ بازو ہیں
جلاد نے جن کو کاٹ دیا ہے ۳۹

احمد ظفر کی تخلیقی اداسی اس کے قلب و نظر کو مہمیز کرتی ہے ۔مگر اس کے جسم و روح پر وار کرتے ہوئے اسے شکست نہیں دے پاتی۔ان کے فکر و فن کی پہلو داری اور تنوع انسانی رشتوں کے جھوٹے پن اور بڑھتی منافقت اور ٹوٹ پھوٹ پر محیط ہے۔

رگ و پے میں لہو کو گھولنا اچھا نہیں لگتا
سرابوں سے بہاریں تولنا اچھا نہیں لگتا
شکاری گھات میں بیٹھا ہوا ہے شب کے جنگل میں
پرندوں کے پروں کو کھولنا اچھا نہیں لگتا
سجائے پھر رہے ہیں چاند کی خاموشیاں لب پر
سفر میں ہم سفر کا بولنا اچھا نہیں لگتا ۴۰

جمیل ملک (۱۹۲۸ء۔۲۰۰۱ء):

پروفیسر جمیل ملک ترقی پسند تحریک سے متاثر ہوئے اور ایک عرصہ تک اسی ڈگر پر قائم رہے۔جمیل ملک نے غزل اور نظم دونوں میں خوب لکھا۔ان کی شعری تصانیف میں صرو چراغاں، طلوعِ فردا ، پردہ سخن ، پسِ آئینہ ، شاخِ سرسبز اور خورشیدِ جہاں شامل ہیں۔

پروفیسر جمیل ملک مرحوم ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں ۔آپ کا شمار عصر حاضر کے پائے کے ناقدین میں ہوتا ہے۔ ادبی منظر نامے اور تنقیدی منظر نامے اُن کے تنقیدی مضا مین کے مجموعے ہیں۔آپ کی شاعری بارے اعجاز راہی لکھتے ہیں:

''جمیل ملک کے ہاں لفظوں کی ترتیب، چناؤ اور کمپوزیشن میں جو رچاؤ اور سجاؤ ہے وہ بہت کم غزل گو شاعروں کے ہاں نظر آتا ہے۔جمیل ملک لفظ کو چیز کی بجائے قدر کا درجہ دیتے ہیں ۔ اسی لئے جب وہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو وہ صوری اور بصری ہر لحاظ سے جڑا ہوا لگتا ہے۔ ۴۱

فکر اور جذبے کی ہم آہنگی ان کی شاعری کا بنیا دی وصف ہے۔

دل شکستوں کو حوصلہ دینا
دیکھنا اور مسکرا دینا
تیری آنکھوں سے ہم نے سیکھا ہے
ان کہی کو کہی بنا دینا
جس کو احساس غم نہیں ہے جمیل
اس کا تھوڑا سا دل دکھا دینا ۴۲

انوار فیروز(۱۹۲۵ء ۔ ۲۰۱۳ء):

انوار فیروز ۵ جون۱۹۳۸ء کو حسار ، مشرقی پنجاب بھارت میں پیدا ہوئے(۴۳) ۔ آپ کو شاعری ورثے میں ملی ۔ بعد ازاں ہجرت کر کے راول دیس کو مستقر بنایا۔ ان کا شعری مجموعہ '' سمندر اضطراب میں'' ۲۰۰۹ ء میں منظر عام پر آیا۔محسن بھوپالی ان کی بابت رقم طراز ہیں:

'' انوار فیروز نے اپنی غزل کو کلاسیکی شاعری کے بنیادی لوازم پر استوار کرنے کے ساتھ ساتھ عصرحاضر کے مضامین کو بھی اپنی غزل میں جدید لفظیات کے علاوہ شعریت کے تمام تقاضوں کو نہایت کامیابی کے ساتھ برتا ہے'' ۴۴

نمونہ کلام:

صبح کی آنکھ میں جو لالی ہے
روشنی قتل ہونے والی ہے
ہر پرندہ جس کو چھوڑ گیا
آج ہر آشیانہ خالی ہے
تف ہے دل کے مکان پر انوار
بن کرائے کا گھر بھی خالی ہے ۴۵

ضمیر جعفری سیّد(۱۹۱۴ء۔۱۹۹۹ء):

سید ضمیر جعفری یکم جنوری ۱۹۱۴ء چک عبدالخالق ،ضلع جہلم میں سیّد حیدر شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔۴۶ سیّد ضمیر جعفری نامور شاعر و ادیب، مزاح نگار، خا کہ و سفر نگار تھے۔آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی مطبوعہ کتب میں کار زار (نظمیں) لہو رنگ(شاعری) زبورِ وطن(ملی نغمے) ارمغانِ ضمیر (حمد، نعت، منقبت)میرے پیار کی زمین (ملی نظمیں) خوش کشید، سرگوشیاں اور ضمیر زاویے وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے منظوم تراجم بھی کئے۔ حکومتِ پاکستان کی جانب سے انہیں تمغہ قائداعظم اور صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی سے نوازا گیا۔ضمیر جعفری کی غزلیں رواں ، سادہ اور سلیس ہوتی ہیں۔

درد میں لذت بہت اشکوں میں رعنائی بہت
اے غم ہستی ہمیں ، دنیا پسند آئی بہت
بے سہاروں کی محبت، بے نواؤں کا خلوص
آہ یہ دولت کہ انسانوں نے ٹھکرائی بہت ۴۷

ضمیر جعفری کا مزاح بھی معاشرے پر گہری چوٹ ہے۔آپ کا شمار دورِ جدید کے سر بر آوردہ مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔

ہم تو اپنی زندگی بھی وار دیں
لوگ اگر کچھ تعزیت کے تار دیں

اس زمانے کا تقاضا ہے کہ لوگ
دلبروں کو دل نہ دیں دینار دیں
راہ و رسمِ دوستی اُن سے ہوئی
جن سے در مانگیں تو دیوار دیں ۴۸

ماجد صدیقی (۱۹۳۸ء۔۲۰۱۵ء):

ماجد صدیقی یکم جون ۱۹۳۸ء کو ضلع چکوال کے گاؤں نور پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کرنے کے بعدوہ گورنمنٹ کالج لائل پور (فیصل آباد)میں بطور لیکچرار خدمات سرانجام دیتے رہے۔بعد ازاں راول دیس میں مستقل سکونت اختیار کی۔ماجد صدیقی کے کلام میں گہرا مشاہدہ اور سوچ کا تیکھا پن انہیں عصر حاضر کے غزل گو شعراء میں ممتاز مقام عطاء کرتا ہے۔ان کی متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آئیں۔ جن میں *آنگن آنگن رات*، *ہوا کا تخت*، *یہ انسان*، *غزل سرا* اور ایک ضخیم *کلیات نشانِ* ماجد وغیرہ شامل ہیں۔

ماجد صدیقی کے بارے میں فیض احمد فیض رقم طراز ہیں:

''ماجد صدیقی وہ خوش گو اور خوش فکر شاعر ہے جو پنجابی اور اردو ہر دو زبانوں میں یکساں سہولت اور سلیقے سے لکھنا جانتا ہے'' ۴۹

جبار مرزا لکھتے ہیں:

''ماجد صدیقی اپنی فنی اور فنکارانہ عظمت دونوں میں یکتا ہیں۔لوگ چاہے کچھ بھی سمجھیں ہمارے نزدیک غالب کے بعد دوسرے ہمہ گیر شاعر ہیں۔'' ۵۰

ماجد صدیقی نے چھوٹی بحروں کا خوبصورت اور جاندار استعمال کیا ہے۔ان کے ہاں جہاں زندگی کے المیے کا اظہار ہے وہیں تاریکیٔ شب میں خواہشوں اور آرزوؤں کے جگنو بھی چمکتے دکھائی دیتے ہیں:

دیکھ لیے ہیں اپنے کیا بیگانے کیا
سینت کے رکھیں اور اب خواب سہانے کیا
دیکھو آنکھ جما کرمکر کے
ہر سو پھیلائے ہیں تانے بانے کیا
سوچو بھی جلتی بگھیا کی آنچ لیے
جھونکے ہم کو آئے ہیں بہلانے کیا ۵۱

ماجد صدیقی کی غزل میں اُسی اجتماعی درد اور فکری لوازمات کے نقوش موجود ہیں جو ہمیں میر تقی میرؔ، میر دردؔ، آتشؔ ، غالبؔ اور فیضؔ کے یہاں ملتے ہیں۔ ۵۲

نہیں کہ تجھ سے وفا کا ہمیں خیال نہ تھا
نظر میں تھا یہ تیرا ہی ، وہ جمال نہ تھا
لبوں پہ جان تھی پھر بھی ہماری آنکھوں میں
ستم گروں سے بقاء کا کوئی سوال نہ تھا
ٹھہر سکا نہ بہت تیغ موج کے آگے
ہزار سخت سہی ،جسم تھا یہ ڈھال نہ تھا ۵۳

جمیل یوسف(پیدائش۱۹۳۸ء):

جمیل یوسف ۲۲ دسمبر ۱۹۳۸ء کو لنگاہ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد شیخ محمد یوسف پیشے کے اعتبار سے معلم تھے۔ جمیل یوسف نے ۱۹۵۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کیا۔ ۱۹۵۷ء میں ایف۔اے اور ۱۹۵۹ء میں گورنمنٹ کالج چکوال سے بی۔اے کیا۔۱۹۶۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کرنے کے بعد بطور لیکچرار عملی زندگی کا آغاز کیا۔تاہم جلد ہی آپ نے سی۔ ایس۔ایس کا امتحان پاس کر لیا اور اس کے بعد آپ ملٹری لینڈز اینڈ کنٹونمنٹس سے وابستہ ہو گئے۔۱۹۹۱ء میں آپ ریٹائر ہوئے اور آج کل اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ان کی مطبوعہ کتب میں '' بابر سے ظفر تک(۱۹۶۲) ، موجِ

صدا (۱۹۷۰) گریزاں (۱۹۷۵ء) غزل (۱۹۸۵ء) اور مسلمانوں کی تاریخ (۲۰۰۷ء) شامل ہیں۔ پروفیسر سعید اکرم جمیل یوسف کے بارے رقم طراز ہیں:

''خوبصورت اور توانا لہجے کے شاعر جمیل یوسف کالج کے زمانے ہی سے شہرت کی بلندیوں کو چھو چکے تھے۔اپنے فن اور جداگانہ اسلوب کی بدولت میدانِ شعروادب میں ایک امتیازی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ان کے کلام میں غالب کی شوخی اور میر کی لطافت بیک وقت محسوس کی جا سکتی ہے'' ۵۴

نمونہ کلام دیکھئے:

دل سے کیا پوچھیں کہ اس سوچ میں کیا رکھا ہے
دل تو دیوانہ ہے ہر موڑ پہ رک جاتا ہے
پیکرِ گل میں ہے اک شعلہ خوں آوارہ
ایک دریا ہے کہ بے نام و نشاں بہتا ہے
دل کو رہتی ہے اسی لمحہ ماضی کی تلاش
جانے اس گمشدہ آواز میں کیا رکھا ہے ۵۵

جمیل یوسف کی غزل میں موسیقیت اور روانی ملتی ہے۔خوبصورت بحور اور قوافی کا برملااستعمال انہیں عہد حاضر کے غزل گو شعراء سے ممتاز کرتا ہے:

ہوا چلی تو نشہ چھا گیا فضاؤں میں
خیال ڈوب گیا دُور کی صداؤں میں
نہ ہاتھ آئے مرے بھاگتے ہوئے لمحے
سفر کٹا مرا بادلوں کی چھاؤں میں
میں اپنے شہر کے نقش و نگار بھول گیا
کسی نے لوٹ لیا مجھ کو اُچاٹ گاؤں میں ۵۶

خالد اقبال یاسؔر(پیدائش ۱۳ مارچ ۱۹۵۲ء):

خالد اقبال یاسر ۱۳ مارچ ۱۹۵۲ء کو بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔والد کا نام

عبدالغفور تھا۔ انہوں نے ۷۰کی دہائی سے پہلے ہی مختلف ادبی جرائد میں چھپنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی مطبوعہ کتب میں گردش ، دروبست ، رخصتی(طویل نظم) ، بیش و کم، تپش ، اقبال اور معاصر ادبی تحریکیں کے علاوہ مختلف تراجم شامل ہیں۔ خالد اقبال یاسر کے متعلق ڈاکٹر وزیر آغا رقم طراز ہیں :

''خالد اقبال یاسرؔ کی انفرادیت اس بات میں ہے کہ دربار داری کی روایت کو پورے معاشرے میں کار فرما دیکھ لیا ہے۔گویا تمثال دار آئینے کے ٹوٹنے کا منظر دکھایا ہے جس کی ہر کرچی میں دربار اور د رباری عکس موجود ہے'' ۵۷

خالد اقبال یاسرؔ نے اساطیری علامتوں کو اپنی شاعری میں پیش کیا انھوں نے ان علامات کا سہارا لے کر ماضی کے بادشاہوں ، حرم سراؤں، جنگی حالات، غلاموں اور باندیوں کا تذکرہ کر کے دورِ حاضر کے آقاؤں اور اس کے ساتھ ساتھ مجبور و مقہور غلاموں پر منطبق کر دیا ۔ ان کے بارے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

'' مجھے خالد اقبال یاسرؔ کی غزل جدید طرز، اظہار کے اس دور میں ہمیشہ مختلف اور منفرد محسوس ہوئی۔ اس غزل کی نہ صرف لفظیات ،تشبیہات اور استعارات مختلف ہیں بلکہ قریب قریب ہر شعر ایک طویل تاریخ سامنے لے کر آتا ہے'' ۵۸

خالد اقبال یاسرؔکی شاعری فنی اعتبار سے چھا جانے والی شاعری ہے جس میں غزل مسلسل اور چھوٹی بحر کا استعمال خالد کی شاعری کی پختگی کا ثبوت ہے۔نادر تشبیہات و استعارات کے لحاظ سے ان کی شاعری ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ نمونہ کلام دیکھئے:

ہوا میں اڑ رہے تھے شبنمیں گلوں کے رنگ
تری ہنسی میں نظر آئے تتلیوں کے رنگ
وہ تازگی ترے نرم پاؤں کی چاپ میں تھی
نکھرتے جاتے تھے مرمر کی سیڑھیوں کے رنگ
شفق جھلکتی تھی آنکھوں میں بعد باراں کی
وہ ابر تھا کہ بدلتے تھے پتلیوں کے رنگ

وہ دھیمی آنچ پہ یاسر پکی ہوئی مٹی
مجھے راس آئے صراحی سی گردنوں کے رنگ ۵۹

ڈاکٹر مقصود جعفری(پیدائش ۱۹۴۷ء):

پروفیسر ڈاکٹر مقصود جعفری ۱۹۴۷ء میں پونچھ مقبوضہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی نامور شاعر ، خطیب ، ادیب اور دانشور تحسین جعفری مرحوم و مغفور تھے۔مقصود جعفری نے مسلم ہائی سکول راولپنڈی سید پور روڈ سے میٹرک فرسٹ ڈویژن میں کیا۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے ایف۔اے ، بی۔اے اور ایم ۔اے انگریزی نمایاں حیثیت میں کیا۔ ۱۹۷۰ء میں گارڈن کالج میں انگریزی ادبیات کے لیکچرر مقرر ہوئے۔تاحال ان کی اردو ، فارسی، عربی، کشمیری ، پنجابی، پونچھی اور انگریزی زبان میں فلسفہ ، شاعری، سیاسیات، کشمیر، اسلامیات اور اقبالیات پر ۲۶ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ شاعرہفت زبان اور شاعر انسانیت کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ڈاکٹر ایملے اے گلبن(Emily A Gilbin) لکھتے ہیں:

'' His poetry is a candid message of world peace. Other themes throughout his poetry are special justice and democracy'' ۶۰

نمونہ کلام دیکھئے:

خرد گزیدہ مہ آگہی سے ڈرتے ہیں
اندھیری شب میں بھی یہ روشنی سے ڈرتے ہیں
جو گامزن ہیں رہِ مرگِ ناگہانی پر
وہ زندگی میں کہاں زندگانی سے ڈرتے ہیں
گیا زمانہ محبت تھی مذہبِ عاشق
نئے زمانے میں ہم عاشقی سے ڈرتے ہیں ۶۱

ان کی پنجابی غزل میں بھی گہری فکر پائی جاتی ہے:

عیداں تے شبراتاں آیاں
ملاں نوں وی باتاں آیاں

ساہ دی ڈوری ٹٹ نہ جاوے
ہجر لمحے دیاں راتاں آیاں
لنڈے پھردے بھوتاں وانگوں
شہر دے وچ کم ذاتاں آیاں ۶۲

حوالہ جات

۱۔ عزیز ملک لکھتے ہیں:

پوٹھوہار کا لفظ ''پوٹھ'' اور ''ہار'' کا مرکب ہے۔ جو اصل میں پٹھ اَر تھا۔ پٹھ پشت کو کہتے ہیں اور اَر کے معنی ہیں مانند، یعنہ پشت کے مانند ۔ یہ نام اس سرزمین کی ظاہری حیثیت کا آئینہ دار ہے کیونکہ زمین اونچی نیچی اور ناہموار ہے، نشیب ہیں اور کہیں فراز سطح اور کہیں کوہان کی طرح ابھری ہوئی۔

[عزیز ملک، پوٹھوہار، (اسلام آباد:لوک ورثہ، ط دوم، ۱۹۸۷ء)، ص ۱۱]

اکرام الحق راجہ کے مطابق:

''تاریخی اعتبار سے پوٹھوہار کی حدود ضلع جہلم کی تحصیل سوہاوہ، اور قصبہ بکڑالہ کی درمیانی پہاڑی سے لے کر مشرق میں بہنے والے دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ اور اس سے آگے شمال میں پھیلے ہوئے پہاڑوں کے دامن مارگلہ تک ہے۔ جبکہ مغرب میں تحصیل گوجر خان اور تحصیل راولپنڈی کا پورا علاقہ شامل ہے ۔ خطہ پوٹھوہار کی ان حدود کو ہی تاریخ اور جغرافیہ سے واقفیت رکھنے والے لوگ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

[اکرام الحق راجہ، تاریخ گوجر خان،(لاہور: مکتبہ داستان پرائیویٹ لمیٹڈ، پٹیالہ گراؤنڈ، بار اوّل ، ۱۹۹۶ء)، ص ۳۴]

راولپنڈی کی تہذیب و ثقافت کی قدامت کو راجہ محمد عارف منہاس نے یوں بیان کیا ہے:

'' اس خطہ کی قدیم بستیوں کے آثار اور دریافت شدہ فوسلز (fosils) کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ راولپنڈی میں نہائیت قدیم زمانے سے انسان آباد ہے۔ یہاں ایک دو نہیں بلکہ درجنوں تہذیبیں پھولی، پھلیں اور پروان چڑھیں۔ متعدد کے نام ہی کیا بلکہ نشان تک مٹ گئے ہیں۔ تاریخ حسن ابدال میں راولپنڈی کو گیارہ تہذیبوں کا امین گردانا گیا جبکہ مسٹر گستاوَلی نے تمدن کی تقسیم مذہبی تغیرات کی بناء پر کرتے ہوئے چھ تہذیبوں کا ذکر کیا ہے۔ ایشوری پرشاد نے چار اور بدھ پرکاش نے پانچ تہذیبوں کا ذکر کیا ہے۔''

[راجہ محمد عارف ، تاریخ راولپنڈی ،(لاہور: ابراہیم اینڈ سنز پرنٹرو پبلشرز، ط دوم، ۱۹۸۶ء)، ص۱۹]

۲۔ عزیز ملک ، کارواں،(اسلام آباد:دیا پبلیکیشنز، بار اوّل، ۱۹۹۶ء)، ص۲۲

۳۔ عزیز ملک،راول دیس، (راولپنڈی :فرنٹئیر ایکسچینج پریس، بار اوّل ۱۹۷۰ء)، ص ۱۵۰

۴۔ ایضاً

۵۔ کارواں،ص۲۶

۶۔ بشیر سیفی،شعرائے راولپنڈی، (راولپنڈی: شاخسار پبلشرز، بار اوّل، ۱۹۸۲ء)، ص۱۱

۷۔ راول دیس، ص۵۱

۸۔ شعرائے راولپنڈی، ص۶۷

۹۔ ایضاً، ص۶۳

۱۰۔ ایضاً، ص۱۱۹

۱۱۔ ایضاً، ص۲۰

۱۲۔ جمیل ملک،ادبی منظر نامے،(لاہور:مقبول اکیڈمی، بار اوّل، ۲۰۰۶ء)،ص ۱۴۲

۱۳۔ فریدہ حفیظ، ادبی محفلیں،(اسلام آباد: روحانی آرٹ پریس،بار اوّل،۲۰۱۰ء)، ص ۳۳

۱۴۔ '' شعرائے راولپنڈی''،ص۲۹

۱۵۔ ایضاً، ص۱۱۲

۱۶۔ ''روشنی کے زخم''، ص۵۶

۱۷۔ کرم حیدری،'' سرزمینِ پوٹھوہار'' ،(راولپنڈی : وفاق پرنٹنگ پریس ، ط دوم، ۱۹۸۰ء)، ص۱۳۷

۱۸۔ نوازش علی، ڈاکٹر،'' پاکستان میں اردو ادب کے پچاس سال''،(لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، بار دوم،۲۰۰۲ء)، ص ۷۸

۱۹۔ ''شعرائے راولپنڈی''، ص۱۱۸

۲۰۔ '' شہر سخن آراستہ ہے''، ص ۱۱۲۷

۲۱۔ ''پاکستان میں‌اردو ادب کے پچاس سال''، ص۷۸

۲۲۔ ''شعرائے راولپنڈی''، ص۱۲۳

۲۳۔ جنید آذر''، اسلام آبادادبی روایت کے پچاس سال''،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان، ط اوّل،۲۰۱۰ء)، ص ۱۷

۲۴۔ ''راول دیس''، ص ۱۴۶

۲۵۔ ''سرزمینِ پوٹھوہار'' ، ص ۱۰۷

۲۶۔ ''اسلام آباد ادبی روایت کے پچاس سال''،ص۱۷

۲۷۔ پروفیسر کرم حیدری انجمن ترقی اردو کی بابت رقم طراز ہیں:
'' ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک کا زمانہ راولپنڈی کی ادبی زندگی میں انجمن ترقی اردو کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں انجمن کے زیرِ اہتمام بعض نہائیت عمدہ مشاعر ے اور ادبی اجلاس منعقد ہوئے۔
[''سرزمینِ پوٹھوہار'' ، ص ۱۱۳]
۲۸۔ '' اسلام آبادادبی روایت کے پچاس سال''، ص ۱۹
۲۹۔ ''راول دیس''، ص۱۶۳
۳۰۔ ''کارواں''،ص۴۳
۳۱۔ '' اسلام آبادادبی روایت کے پچاس سال''، ص۲۱
۳۲۔ ایضاً، ص۲۰
۳۳۔ ایضاً ،ص۲۲
۳۴۔ ایضاً،ص۲۵
۳۵۔ ضمیر جعفری ،'' کلام فطرت''، (مرتب) ایو ب محسن،(لاہور: بزم علم وفن، بار اوّل،۱۹۸۷ء)
۳۶۔ ایضاً،ص ۹
۳۷۔ ایضاً، ص ۹۶
۳۸۔ جمیل ملک،''ادبی منظر نائے''،(لاہور:مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۲۲
۳۹۔ ایضاً ، س ۱۲۵
۴۰۔ احمد ظفر،'' مختلف''، (راولپنڈی: ظفر پبلشرز،۱۹۹۲ء)، ص ۳۹
۴۱۔ جمیل ملک ،'' فلیپ، پسِ آئینہ''
۴۲۔ ایضاً، ص ۸۸
۴۳۔ '' اسلام آباد ادبی روایت کے پچاس سال''، ص ۱۸۴
۴۴۔ انوار فیروز،'' سمندر مضطرب ہیں''،(راولپنڈی: زیرو پوائنٹ پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء)، ص ۲۵
۴۵۔ ایضاً، ص ۳۰
۴۶۔ '' اسلام آباد ادبی روایت کے پچاس سال''، ص ۲۲۷
۴۷۔ '' شعرائے راولپنڈی''، ص۳۱
۴۸۔ سید ضمیر جعفری، ''مافی الضمیر''،(لاہور:جم ساہی ایسوسی ایٹس، بار دوم، ۱۹۷۸ء)، ص ۱۲۹
۴۹۔ ماجد صدیقی،'' فلیپ، آنگن آنگن رات''،(راولپنڈی: پکٹوریل پرنٹرز لمیٹڈ، ۱۹۸۸ء)
۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ ایضاً، ص ۵۰
۵۲۔ '' فلیپ، آنگن آنگن رات''
۵۳۔ ایضاً، ص ۱۱۴
۵۴۔ لیاقت علی خان نیازی ،ڈاکٹر،''تاریخ چکوال''،(لاہور:مقبول اکیڈمی ،ط اول ۱۹۹۲ء) ،ص ۲۹۴
۵۵۔ جمیل یوسف،'' موج صدا''،(لاہور: آئینہ ادب، بار اوّل،۱۹۷۱ء)، ص ۱۳۱
۵۶۔ جمیل یوسف، ''شہرِ غزل''،(لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، بار اوّل،س۔ن)، ص ۳۳
۵۷۔ خالداقبال یاسر، ''گردش''،(اسلام آباد: ابلاغ، ط اول، ۱۹۹۰ء)، ص ۳
۵۸۔ ایضاً، ص۱۰
۵۹۔ خالداقبال یاسر،'' دروبست''،(اسلام آباد: ابلاغ، باراول، ۱۹۹۰ء)، ص ۳۷
۶۰۔ مقصود جعفری،'' فلیپ، اڈیکاں''،(راولپنڈی:ایس۔ٹی پرنٹرز،۲۰۱۶ء)
۶۱۔ مقصود جعفری سے مکالمہ،۲۱ جولائی ۲۰۱۶ء
۶۲۔ '' اڈیکاں''، ص ۳۸